6

دل بدلے تو زندگی بدلے
پارٹ-1

خواہش سے ارادے تک

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خواہش سے اِرادے تک

استاذہ نگہت ہاشمی

خواہش سے اِرادے تک

استاذہ نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب : خواہش سے ارادے تک
مصنفہ : نگہت ہاشمی
طبع اول : مئی 2007ء
تعداد : 2100
ناشر : النور انٹرنیشنل
لاہور : 98/CII گلبرگ III فون 042-7060578-7060579
فیصل آباد : 103 سعید کالونی نمبر 1، کینال روڈ فون: 041 - 872 1851
بہاولپور : 7A، عزیز بھٹی روڈ، ماڈل ٹاؤن اے فون: 062 - 2875199
2885199، فیکس: 062 - 2888245
ملتان : 888/G/1، بالمقابل پروفیسرز اکیڈمی، بوسن روڈ، گلگشت
فون: 061 - 600 8449
ای میل : alnoorint@hotmail.com
ویب سائٹ : www.alnoorpk.com
النور کی پراڈکٹس حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں:
مومن کمیونیکیشنز 48-B کرین مارکیٹ بہاولپور

قیمت : روپے

ابتدائیہ

وہ رب کیسا ماہر ہے، کیسی مخلوق بنائی، کیسے ظاہری اور باطنی حواس دیے! یعنی پیدا کیا تو ہر چیز بھی ساتھ ہی عطا کر دی۔ انسان Normally دو چیزوں میں فرق نہیں کر پاتا اور وہ ہیں خواہش اور اِرادہ۔

انسان کے اندر خواہش اور عقل کے درمیان مستقل ایک جنگ جاری ہے۔ ایک طرف عقل ہے اور دوسری طرف خواہش۔ عقل کے پاس اگر علم ہے تو عقل win کر جاتی ہے لیکن جب علم نہیں ہوتا تو خواہش win کر جاتی ہے۔ سب سے مشکل کام کیا ہے؟ خواہش اور اِرادے کو پہچاننا۔ علم نہیں ہوتا تو انسان فرق نہیں کر پاتا اور تھوڑی دیر کے لیے غافل ہو تو خواہش غالب آتی ہے اور یہ بات یاد رکھنی ہے کہ ارادہ ہمیشہ علم اور انجام کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ ارادے ٹوٹتے ہیں کیونکہ انجام یاد نہیں رہتا۔

انسان کی خواہش کے لیے اگر عقل کی لگام نہ ہوتی تو انسان آج کیا ہوتا؟ عقل علم کی وجہ سے ہی صحیح راہنمائی کرتی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اِرادے کی تخلیق نہ کرتا تو اِس کی وجہ سے عقل کی تخلیق کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ عقل سے انسان اِرادہ کرتا ہے۔ انسان کے اندر علم اور شعور کی کمی کی وجہ سے اُس کا مثبت اِرادہ نہیں بنتا۔

خواہش سے اِرادے تک

جو علم انسان کو اِس دنیا میں رہتے ہوئے اپنے رویے یعنی خُلق کو درست کرنے کے لیے چاہیے وہ کس چیز کا علم ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اُس کی صفات کی معرفت اور آخرت کے حقائق کے انجام کا علم ہے۔ یہ علم ہونا ضروری ہے کیونکہ اس علم کے بغیر ارادہ نہیں ہوگا۔

اِرادہ کیوں ٹوٹتا ہے؟ نیکی کا اِرادہ کیوں نہیں بنتا؟ اِرادہ کس بنیاد پر ہوتا ہے؟ خواہش اور اِرادے میں کیسے فرق کیا جا سکتا ہے؟ اِرادے کو کیسے مضبوط کیا جا سکتا ہے؟ اِن تمام سوالات کے جواب آپ کو ملیں گے اِس پمفلٹ میں جس کا موضوع ہے "خواہش سے ارادے تک"۔ نضرۃ النعیم سیریز کا یہ لیکچر پمفلٹ کے علاوہ سی ڈی اور کیسٹ کی صورت میں بھی موجود ہے۔

پبلشنگ سیکشن
النور انٹرنیشنل

خواہش سے اِرادے تک

انسان کا دل خواہشات کی آماجگاہ ہے۔اِس قلب کے اندر اچھی خواہشات بھی پیدا ہوتی ہیں اور بری بھی۔خواہش انسان کی زندگی میں تبدیلی لے کر آتی ہے لیکن یہ تبدیلی فقط خواہش سے نہیں آتی۔جب دل کے اندر خواہش پیدا ہوتی ہے تو انسان اِس کو پورا کرنے کے لیے اِرادہ کرتا ہے۔خواہش اِرادہ کیسے بنتی ہے؟ابتداء میں انسان کے اندر خواہش ایک خیال کی صورت میں اُبھرتی ہے۔اگر انسان اُسے بار بار سوچے تو وہ اندر چپک جاتی ہے۔ پھر انسان اُسے یاد کرتا رہتا ہے۔پھر جب یہ خواہش strong ہو جاتی ہے تو انسان اُس پر غوروفکر کرتا ہے اور بالآخر انسان اُس کو پورا کرنے کے لیے اِرادہ کر لیتا ہے تو یوں خواہش سے اِرادے تک کے مراحل انسان کے قلب کے اندر طے ہوتے ہیں۔پھر جب انسان اِرادہ کر لیتا ہے تو اُس کو پورا کرنے کے لیے عملی کوشش کرتا ہے۔اِس کو ہم ایک مثال کے ذریعے دیکھتے ہیں۔

جیسے ایک شہر ہے وہاں پہ سٹی گورنمنٹ [city government] ہوتی ہے مثلاً لاہور کی کوئی سٹی گورنمنٹ ہے؟ لاہور والوں سے پوچھنا چاہتی ہوں۔یہاں کا کوئی سٹی کا نظام ہے؟ یہاں پر کوئی سٹی ناظم ہو، ڈسٹرکٹ ناظم ہو، کونسلرز ہوں؟ یقیناً یہاں پر بھی systems

موجود ہیں۔ جیسے ہر سٹی یا ہر ملک میں ایک حاکم ہوتا ہے اسی طرح ہمارا وجود بھی ایک شہر کی طرح ہے۔ اس شہر میں کہیں خون پمپ ہوتا ہے، کہیں غور و فکر کا کام ہوتا ہے، فیکٹریاں لگی ہوئی ہیں، کہیں جگر [liver] جیسی فیکٹری لگی ہوئی ہے جہاں کئی فیکٹریوں جتنا کام ہوتا ہے، کہیں پہ اس شہر میں گردے [kidney] کی فیکٹری لگی ہوئی ہے، کہیں دوسرے افعال ہو رہے ہیں جیسے پھیپھڑے کام کرتے ہیں، جیسے انسان کے جسم کے اور حصے کام کرتے ہیں تو بدن ایک شہر کی طرح ہے، ایک city ہے۔ انسان کی عقل بنیادی طور پر اس شہر پر حکومت کرنے والی ہے۔ عقل حاکم ہے۔ اس کے ذریعے اِس شہر پر اور انسان کے جتنے ظاہری یا باطنی حواس ہیں اُن پر بھی عقل کی حکمرانی ہوتی ہے۔ ظاہری حواس کون سے ہیں؟ پانچ حسّیات اور باطنی حواس کون سے ہیں؟ خیال، حافظہ، ذکر، غور و فکر اور احساس۔

باطنی حواس کی بات اب انشاء اللہ یاد رہے گی۔ انسان کے جتنے ظاہری اور باطنی حواس ہیں، عقل کے سپاہی ہیں، عقل کے لیے کام کرتے ہیں اور اعضاء انسان کی رعیت ہیں اور نفسِ امّارہ یعنی جو سرکش نفس ہے، جو برائی پر آمادہ کرتا ہے اُسے ہم شہوت اور غضب کی قوتوں سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔

اب آپ دیکھئے کہ حکومت کون کر رہا ہے؟ عقل اور عقل کے لیے باقی معاون اور مددگار ظاہری اور باطنی حواس ہیں۔ اب عقل کا مقابلہ کس چیز سے ہوتا ہے؟ نفسِ امّارہ سے، قوتِ غضب اور قوتِ شہوت سے۔ کبھی شہوت چاہتی ہے کہ میں حاکم بن جاؤں، کبھی غضب کہتا ہے کہ میں حکومت حاصل کر لوں، کبھی غصہ کبھی خواہش۔ اب اگر انسان کی خواہش غالب آ جائے تو خواہش کے غلبے کی وجہ سے ہوگا کیا؟ ہر دارُالحکومت میں تبدیلیاں آتی ہیں۔ جب کبھی کوئی دارالحکومت فتح ہوتا ہے تو دشمن اُس کی رعایا کو موت کی نیند سلانے کے لیے کوشش کرتا ہے۔ عام طور پر اس کے لیے بمباری ہوتی ہے، میزائل پھینکے جاتے ہیں حتیٰ کہ ایٹم بم

جیسی ہلاکت خیز ایجادات ہوئیں۔ اِس کی وجہ سے ہیروشیما، ناگاساکی جیسے شہر تباہ ہوگئے۔ جیسے دشمن یہ چاہتا ہے کہ میں اپنے دشمن کا علاقہ، گھر، اُس کے مال واسباب، اُس کے سارے ذرائع ہر چیز تباہ کردوں، ایسے ہی انسان کی شہوت، خواہش اور اُس کا غضب، اِن دونوں کی بھی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ہم عقل پر فتح حاصل کرلیں، عقل کو کنٹرول کرلیں اور ساری رعایا کو موت کی نیند سلادیں، رعایا مار ڈالیں۔

اِس لحاظ سے اگر آپ دیکھیں تو بدن محاذِ جنگ ہے جہاں حاکمِ شہر نفسِ نفیس مقابلہ کرنے کے لیے موجود ہوتا ہے۔ حاکمِ شہر کون ہے؟ یعنی بدن کا حاکم کون ہے؟ عقل۔ عقل مقابلہ کرنے کے لیے موجود ہے۔ اگر وہ فتح حاصل کرلیتی ہے تو دشمن کو راہِ فرار اختیار کرنی پڑتی ہے، یعنی خواہش دب جاتی ہے، غصہ کنٹرول ہوجاتا ہے اور اِس طرح یہ اندر کا جو جہاد ہے، اندر کے لیے جو کوشش ہے، اِس میں ایک انسان کا نفسِ امارہ مغلوب ہوجاتا ہے اور انسان کی اصل حیثیت نفسِ مطمئنہ کی غالب آجاتی ہے۔ قرآنِ حکیم میں رب العزت فرماتے ہیں:

فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ دَرَجَةً

(النساء:95)

”اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کا درجہ بہت زیادہ بنایا ہے جو اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرتے ہیں بہ نسبت گھروں میں بیٹھنے والوں کے“۔

گھر میں بیٹھنے والوں کی نسبت گھر سے نکلنے والوں، اللہ تعالیٰ کی خاطر مال لگانے والوں، اُس کی راہ میں اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کا درجہ بڑا ہے۔ یہ جان سے جہاد ہے۔ ایک تو ہے جان نچھاور کردینا اور ایک جہاد قوتِ شہوت اور قوتِ غضب کو کنٹرول کرنے کے لیے انسان کے بدن کے اندر جاری ہے۔ اِس کو کنٹرول کرنے کے لیے یہ جہاد بھی بڑے

جہاد کی تیاری کے لیے ضروری ہے۔ اِس جہاد میں اگر انسان فتح حاصل کرے تو یہ جہادِ اکبر ہے یعنی بڑا جہاد ہے۔ اگر عقل بہادری کے جوہر نہ دکھائے تو اُس کے لیے بہت بڑی سزا ہے۔ جیسے ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص سے کہا جائے گا کہ اے خبیث چرواہے! تو نے گوشت کھایا، دودھ پیا مگر گم شدہ کا پتہ نہ لگایا، شکستہ کو صحیح نہ کیا۔ آج میں تجھ سے انتقام لوں گا۔

چرواہا کون ہے؟ ناظم ہے، حکمران ہے۔ کس پر؟ بکریوں پر۔ جیسے ایک چرواہا اپنی تنخواہ وصول کرتا ہے، گوشت کھاتا ہے، دودھ پیتا ہے یعنی فوائد تو سارے حاصل کرتا ہے لیکن اگر کوئی بکری گم ہو جائے تو گم شدہ کا پتہ نہیں لگاتا، اگر کوئی چیز ٹوٹ پھوٹ جائے، اگر کوئی نقصان ہو جائے تو اِس نقصان کی وہ پرواہ نہیں کرتا تو ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے چرواہے سے، ایسے ناظم، ایسے حاکم سے انتقام لینا ہے۔ اِسی طرح عقل اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہ ہوگی کہ کیوں نہیں گم شدہ کا پتہ چلایا؟ انسان کے اندر سے کیا چیز گم ہو جاتی ہے؟ جانتے ہیں؟ انسان غافل ہو جاتا ہے، عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ یہ جو ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی ساتھ تعلق میں پردہ حائل ہو گیا، دراصل یہ پردہ عقل پر پڑتا ہے۔ انسان سوچ نہیں سکتا، Reasoning نہیں کرسکتا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی حدیث میں اِسی جہادِ اکبر کی طرف اشارہ کیا ہے جب فرمایا کہ

''ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف واپس آ گئے''۔

چھوٹا جہاد دشمن سے براہِ راست آمنے سامنے لڑا جاتا ہے اور بڑا جہاد اپنے نفس کے خلاف لڑا جانے والا ہے۔ اپنے نفس کے خلاف لڑی جانے والی جنگ بڑی کیوں ہے؟ کیونکہ وہ ساری زندگی جاری رہے گی، اُس کا کوئی آخر ہے ہی نہیں۔ یہ دو مثالیں ہیں۔ ہم نے پہلی مثال دیکھی تھی کہ قلب بادشاہ ہے۔ دوسری مثال میں دیکھا کہ عقل بادشاہ ہے لیکن

خواہش سے اِرادے تک

عقل اور قلب بنیادی طور پر ایک ہی چیز ہے۔ جب ہم اِس Terminology میں دیکھتے ہیں تو عقل سے مراد سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہے اور قلب کیا ہے؟ قلب سے بھی یہی مراد ہے۔

تیسری مثال ہم دیکھتے ہیں۔ جیسے عقل ایک سوار ہے جو شکار کے اِرادے سے نکل کر جا رہا ہے، شہوت اِس کا گھوڑا ہے، خواہشات انسان کو بھگاتی ہیں اور غضب اُس کا کتا ہے۔ کتا کیا کرتا ہے؟ حفاظت کرتا ہے، بھونکتا ہے اور دشمن کو قریب نہیں آنے دیتا۔ اب اگر وہ سوار اپنے فن میں ماہر ہو، کس فن میں؟ شکار کرنے میں، گھوڑا سِدھا ہوا ہو، گھوڑا کیا ہے؟ یعنی شہوت۔ شہوت اگر کنٹرول میں ہو اور کتا بھی تعلیم یافتہ ہو یعنی غضب کو بھی کنٹرول میں رکھا ہوا ہے۔ ایسے قوتِ غضب کو سکھانے پڑھانے کی ضرورت ہے؟ قوتِ غضب اور قوتِ شہوت کو ہینڈل کرنے کے لیے Trained کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے اور قوتِ شہوت بھی کنٹرول میں ہو اور قوتِ غضب بھی تعلیم یافتہ ہو تو یہ شکاری اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ یقین کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ شکار کر کے ہی لوٹے گا اور دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شکاری خود بھی شکار کے فن سے ناواقف ہے، گھوڑا منہ زور ہے اور کتا دیوانہ ہے۔ ویسے عام طور پر حالات ایسے ہی ہوتے ہیں۔ خود شکار کرنا نہیں آتا، گھوڑا منہ زور ہے، کتا دیوانہ ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں کبھی نہیں کہا جا سکتا کہ یہ کامیاب ہے۔ اگر وہ صحیح سلامت واپس آجائے تو غنیمت ہے۔ سوار کی ناواقفیت انسان کی جہالت ہے۔ انسان کو یہ نہیں پتہ کہ میرا مقصدِ زندگی کیا ہے؟ میں کیوں آیا؟ میں نے دنیا میں کرنا کیا ہے؟ وہ اپنی زندگی کی کتاب سے ناواقف ہے اور گھوڑے کی سرکشی دراصل شہوت کا، خواہشات کا غلبہ ہے اور کتے کی دیوانگی غصے کے غلبے کی مثال ہے۔ کتا دیوانہ ہے۔ کیا یہ بات سمجھ آئی کہ دل کا معاملہ کیسے خراب ہوتا ہے؟ انسان خراب کیسے ہوتا ہے؟ یہ مثال سادہ سی نہیں ہے؟ تین چیزوں کی مثال ہے:

1۔سوار　　　2۔سواری یعنی گھوڑا　　　3۔کتا

سوار اگر ناواقف ہے تو کام خراب ہوگیا۔اُس کو اللہ کی کتاب کا علم نہیں،اُس کو اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کا علم نہیں اور دوسری طرف یہ کہ خواہشات کا غلبہ ہے اور کتا دیوانہ ہے یعنی غضب،غصہ بھی بہت زیادہ ہے،کوئی چیز کام آنے والی نہیں تو ایسا شخص اپنی ہی آگ میں بھسم ہوجائے گا۔اللہ تعالیٰ کی طرف سفر تو وہ کر رہا ہے لیکن جہنم میں جانے کے لیے۔

انسانی دل کے حوالے سے اگر دیکھیں تو کچھ چیزیں ایسی ہیں جو حیوانات کو بھی حاصل ہیں اور انسان کو بھی۔مثال کے طور پر خواہش جانور کے اندر بھی ہوتی ہے اور انسان کے اندر بھی۔کبھی آپ نے دیکھا کہ کتے کہ اندر خواہش کتنی بڑھی ہوئی ہے؟حرص تک پہنچی ہوئی ہوتی ہے۔بلی کے اندر خواہش ہوتی ہے؟کبھی آپ نے بلی کو observe کیا ہے جب وہ چوہے کو دیکھ رہی ہوتی ہے؟بلی کی قدموں کی چاپ کبھی سنی ہے؟پتہ ہی نہیں چلنے دیتی، آہستہ آہستہ سامنے آتی ہے۔کبھی آپ نے مکڑی کو دیکھا ہے؟کیسا داؤ چلاتی ہے کہ جالے کے اندر پھنسی ہوئی مکھی یا مچھر کو پتہ ہی نہ چلے اور وہ اچانک اُن پر شب خون مار دے۔کیا آپ نے ایک مکڑی میں،ایک کتے میں،ایک بلی میں،ایک شیر میں رویے کی اِس تبدیلی پر غور کیا ہے؟آپ نے کبھی animal world دیکھا ہے National Geographic میں؟کہ شکاری جانور کیسے ایک دوسرے کا شکار کرتے ہیں؟کون سی چیز اُنہیں اِتنا ماہر بناتی ہے؟اندر سے کیا اُٹھتا ہے؟خواہش،خواہش کی شدت due to desires Change In behavoiur تو خواہشات کی وجہ سے ایک تبدیلی آتی ہے۔یہ خواہش انسانوں میں بھی ہوتی ہے اور جانوروں میں بھی ہوتی ہے۔

اِسی طرح سے غصہ ہے۔کیا کبھی کسی شیر کو غصہ آیا؟پھر وہ کیا کرتا ہے؟دھاڑتا ہے۔ اپنے شکار کے اُوپر ٹوٹ پڑتا ہے۔کبھی کسی بھیڑیے کو غصہ آتا ہے؟کتے کو غصہ آتا ہے؟کتا تو

غصے میں پاگل ہی ہوجاتا ہے، دیوانہ ہوجاتا ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ اگر خواہش انسانوں میں ہے تو حیوانوں میں بھی ہے تو غصہ بھی انسانوں کے ساتھ ساتھ حیوانوں میں بھی ہے۔

جیسے انسانوں کے ظاہری اور باطنی حواس ہیں ایسے ہی جانوروں کے بھی ہیں۔ ظاہری حواس کا تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ وہ بھی چکھ سکتے ہیں، سونگھ سکتے ہیں، دیکھ سکتے ہیں۔ جانوروں کے باطنی حواس کیسے ہیں؟ مثلاً آپ دیکھیں آپ کیا سوچتے ہیں کہ جانور کے ذہن میں کیسے خیال آتا ہوگا؟ مثلاً ایک شیر اگر ایک بکری یا ہرن کو دیکھ لے تو کیا اُس کے ذہن میں کوئی خیال آئے گا؟ بکری کو پکڑلوں۔ اُس کے شکار کا خیال آتا ہے۔ جب وہ اُس کے پیچھے بھاگتا ہے تو وہ بات اُس کے حافظے میں آتی ہے۔ اِس کا مطلب ہے کہ کچھ چیزیں ان جانوروں اور ہمارے درمیان common ہیں۔ جیسے اِن کے ظاہری حواس ہمارے بھی ہیں ایسے ہی کچھ باطنی حواس اُن کے بھی ہیں اور ہمارے بھی۔

کہتے ہیں کہ گھوڑا اپنی دشمنی کو بھولتا نہیں ہے اور ایسے ہی اُونٹ نہیں بھولتا، ایسے ہی سانپ بھی نہیں بھولتا۔ اِس کا مطلب کیا ہے؟ جو خیال اُن کے ذہن میں آجائے اِس کو اپنے اندر پختہ کرتے ہی رہتے ہیں۔ سوچتے ہوں گے کہ اب بدلہ لینا ہے، انتقام لینا ہے۔ National Geographic پہ شکار ہوتے ہوئے آپ نے دیکھا ہوگا کہ کس طرح شکار کرنے والے جانور انتظار میں رہتے ہیں کہ کہاں ذرا سا مائیں غافل ہوں اور وہ اُن کے بچے جھپٹ کر لے جائیں، کہیں اُن کے قریب ہی تاک میں رہتے ہیں اور خیال کے بغیر کیسے کوئی تاک میں رہ سکتا ہے؟ یہ حافظہ ہے، غور وفکر ہے اور سارے حالات کا جائزہ ہے کہ کہاں سے میں اُسے پھنسا سکتا ہوں؟ پھر آگے دیکھیں تو اس کے ساتھ ساتھ احساس ہے۔ یہ حس فقط مادی خواہش کے پورا کرنے کے لیے ہے لیکن ہے ہی۔

ہم دیکھ رہے تھے کہ Smilarity ہے انسانوں میں اور جانوروں میں۔ ابھی تک ہم نے شکار کرنے والے جانوروں مثلاً شیر، کتے اور بلی کو دیکھا چاہے چھوٹا سا چوہا ہی شکار کرے، کرتی تو ہے لیکن آپ دیکھیں کہ چوہے پر کیا بیتتی ہے؟ چوہے کو کیا خیال آتا ہے؟ چوہا جب بلی کی آنکھوں کو دیکھتا ہے تو اُس کو سمجھ آتی ہے؟ کیا سمجھ آتی ہے؟ کیسے بھاگتا ہے! اُس کے ذہن میں بھی خیال آتا ہے۔ یہ صرف ہم اِس لیے دیکھ رہے ہیں کہ کچھ چیزیں جانوروں کے اندر بھی ایک جیسی ہیں یعنی similar ہیں لیکن فرق صرف یہ ہے کہ جانور خواہش اور غضب پر لگام نہیں ڈال سکتا اور انسان نے لگام ڈالنا ہے۔ انسان اور جانور میں بنیادی فرق ہی یہی ہے کہ انسان لگام ڈالے گا اور جانور لگام نہیں ڈال سکتا۔

جیسے دیکھیں کہ چوہا بلی کی نیت کو دیکھتا ہے تو بھاگ کھڑا ہوتا ہے، بکری بھیڑیے کی نیت کو دیکھتی ہے تو پھر بھاگ کھڑی ہوتی ہے، ہرن دیکھتا ہے کہ شیر کی شکار کرنے کی نیت ہے تو وہ چوکڑیاں بھرتا ہوا بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ فرض کریں اگر آپ کو یہ پتہ چلے کہ کوئی سانپ آپ کے کمرے کے اندر داخل ہو گیا تو پھر آپ کیا کریں گے؟ یقیناً فوری طور پر آپ کو نقصان کا احساس ہو جائے گا اور آپ خود کو بچانے کی کوشش کریں گے، سیکنڈز کے اندر سارا کام ہو جائے گا۔ جو چیز انسان کو نقصان پہنچا سکتی ہے انسان اُسے فوراً سمجھ جاتا ہے حتیٰ کہ جانور بھی زندگی بچانے کے لیے اِس معاملے میں پورا شعور رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے حس دے رکھی ہے۔ اِس طرح ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ظاہری اور باطنی حواس انسانوں میں بھی موجود ہیں اور جانوروں کے اندر بھی۔ اِسی وجہ سے تو جانور بھی اپنے نقصان کا ادراک کرتے ہیں جیسے انسان کرتا ہے اور جانور بھی اپنے نفع کا سوچتے ہیں جیسے انسان سوچتا ہے۔

آپ جانوروں کے بچوں کی پیدائش اور نگہداشت کے معاملے کو دیکھیں کہ ہر ایک اپنے نقصان کا اندازہ لگاتا ہے۔ مثلاً چھوٹی سی چڑیا کو دیکھیں، جب بھی اُس کا چھوٹا سا بچہ

نیچے گر جائے تو دیکھیں چڑیا کے ساتھ کیا بنتی ہے! اُس بیچاری کی بیقراری، پریشانی کا اندازہ لگائیں کہ اُس کا کیا حال ہوگا۔ آپ نے کبھی مرغی کو دیکھا ہے؟ اُس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں کو دیکھا ہے؟ اتنی چھوٹی آنکھیں بلی کو دیکھتی ہیں کہ یہ میرے بچوں کی طرف آ رہی ہے تو اپنے پر کھول لیتی ہے اگرچہ اس کو پتہ ہے کہ بلی پنجہ بھی مار سکتی ہے۔ اِتنا اُس میں غضب بھڑکتا ہے کہ بلی پر بھی حملہ آور ہو جاتی ہے۔ اتنے چھوٹے سے دماغ کے اندر اتنا غصہ بھڑکا کہ اُس نے اپنے مخالف، اپنے دشمن پر حملہ کر دیا۔

ہم لوگ چھوٹے تھے تو ہمارے گھر میں ایک مرغا تھا۔ سب بچوں نے اُسے بہت ہی بادام کھلائے اور وہ بہت زیادہ طاقت ور ہو گیا اور پھر بچوں کا دشمن ہو گیا۔ جونہی بچے قریب آتے تھے تو اُس کی نظریں بہت ہی خونخوار ہو جاتی تھیں۔ ہم نے رکھا بھی اُس کو observation کے لیے تھا کیونکہ جانوروں کے رویے کو دیکھ کر انسان کو رویے اسٹڈی کرنے میں بڑی آسانی ہوتی ہے۔ میری ایک کزن تھی، اُس کے اوپر وہ مرغا جھپٹا تو اُس کی گال سے گوشت نکال کر لے گیا، شکر ہے کہ آنکھیں بچ گئیں۔ اِس موقع پر وہ مرغا مجھے غضب کی بھرپور تصویر نظر آیا۔ پتہ نہیں اُس نے کیا سوچا ہوگا کہ یہ مجھے پکڑنے آ رہے ہیں یا میرے خلاف کچھ کریں گے، کچھ نہ کچھ خیال تو اُس کے ذہن میں آیا ہوگا۔ وہ رب کیسا ماہر ہے! کیسے ہر مخلوق بنائی! کیسے ظاہری و باطنی حواس دیے! یعنی پیدا کیا تو ہر چیز بھی ساتھ ہی عطا کر دی لیکن ہم جو چیز اسٹڈی کرنے والے ہیں وہ یہ کہ ایک جانور اور ایک انسان کے رویے میں فرق ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ حکیم میں فرماتے ہیں:

اُولٰٓئِکَ کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ ہُمۡ اَضَلُّ (الاعراف:179)

''ان کی مثال جانوروں کی طرح ہے بلکہ وہ اُن سے بھی گئے گزرے ہیں''۔

یعنی انسان کے اندر جانوروں جیسی بھی سمجھ نہیں رہی کہ جانور جیسی زندگی گزارتے ہیں

ویسی ہی گزار لیں۔ جیسے کتا اپنے مالک کا وفادار ہے لیکن انسان رب کا وفادار نہیں بنتا۔ اُس کی وفاداری میں خلل آجاتا ہے، کھوٹ آجاتا ہے۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ تو جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔ جو انسان شعور سے کام نہیں لیتا وہ جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

اِس لحاظ سے دیکھیں تو دل کے ساتھ متعلق دو امور ہیں جو بحیثیت انسان کے اُس کے لیے بے حد ضروری ہیں۔ جانور اِس کو قدرتی طور پر اپنے اندر رکھتا ہے اور اِن اُمور میں سے ایک علم ہے اور دوسرا اِرادہ ہے۔ علم کتنا؟ مثلاً ایک مرغے کا علم ظاہر ہے کہ اِس کے حالات و واقعات کے مطابق ہے، ایک بلی کا علم اُس کے حالات واقعات کے مطابق ہے لیکن جو انسان کا علم ہے اُس کے لیے اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی۔ اب کچھ چیزیں تو اُس کے اندر موجود ہیں اور کچھ چیزیں اُسے Externally حاصل کرنی ہیں۔ جیسے وحی کا علم اور وحی کی وضاحت کا علم یعنی رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کا علم۔

دوسری چیز ہے اِرادہ۔ آپ جانوروں کے اندر دیکھیں: اِرادے کی قوت جانور کے اندر بھی ہے۔ ویسے جانور کا ارادہ زیادہ strong ہے۔ جو کچھ کرنے کی وہ نیت کر لے پھر باز نہیں آتا۔ جانوروں کی گردن میں پٹے ڈال کر کیوں رکھتے ہیں؟ اُن کو اُن کے ارادے سے باز رکھنے کے لیے۔ ہم پٹے ڈالتے ہیں کیونکہ وہ اپنے آپ کو قابو نہیں کر سکتے۔ اُن کے دل میں ایک دفعہ خیال آگیا، ایک دفعہ من میں جو سما گئی بس اُنہوں نے ہٹنا نہیں۔ کبھی آپ نے بیل کو دیکھا ہے؟ کیا وہ یہ دیکھتا ہے کہ میں نے اب کہاں مارنا ہے اور کس کو مارنا ہے؟ بس اُس کو یہ پتہ ہے کہ غصہ آگیا، اب اُس نے جب تک اپنے مخالف یعنی حریف کو مار نہیں ڈالنا، اُس کو چین نہیں آئے گا، مارے گا، مارے گا اور مارتا ہی چلا جائے گا۔ ہم کہتے ہیں کہ اِس بیل کے اندر عقل کی بہت کمی ہے لیکن اگر ایک انسان بھی اسی طرح کا رویہ اختیار کر لے

تو اِس کا مطلب کیا ہے؟ کہ انسان کے اندر بھی عقل کی، شعور کی، علم کی کمی ہے۔ جس کی وجہ سے اِس کا ایک مثبت ارادہ نہیں بنتا۔ جو علم انسان کو اِس دنیا میں رہتے ہوئے اپنے رویے یعنی خُلق درست کرنے کے لیے چاہیے وہ کس چیز کا علم ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت کا علم ہے، اللہ تعالیٰ کی صفات کا اور پھر آخرت کے حقائق کا، انجام کا علم ہے۔ یہ چیزیں محسوسات سے ماورآء ہیں۔ اس لحاظ سے اگر ہم دیکھیں تو اللہ تعالیٰ کی معرفت کا حصول اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی معرفت اور آخرت کے حقائق کا علم کتنا زیادہ ضروری ہے کیونکہ اِس علم کے بغیر ہمارا اِرادہ نہیں ہوگا کہ کامیاب ہوجائیں یا ناکامی سے بچ جائیں۔ اِس لیے علم کی ضرورت ہے۔ اِرادے سے یہاں مراد یہ ہے کہ جب انسان کسی کام کے انجام پر نظر ڈالتا ہے، اِس میں کوئی بہتری اُسے نظر آتی ہے، فائدہ نظر آتا ہے تو انسان اِس کام کو کرنے کا اِرادہ کرلیتا ہے یا کسی کام میں خرابی نظر آتی ہے تو انسان اِس کام سے رُکنے کا اِرادہ کرلیتا ہے۔

Normally انسان دو چیزوں میں فرق نہیں کر پاتا اور وہ ہیں خواہش اور اِرادہ۔ مثلاً انسان کہتا ہے کہ میرا دل چاہتا ہے تو یہ اِرادہ نہیں ہے بلکہ یہ خواہش ہے۔ اِرادہ کس بنیاد پر ہوتا ہے؟ علم کی بنیاد پر، انجام کی بنیاد پر۔ اِرادہ اِس کو کہتے ہیں کہ انسان سوچ سمجھ کر آخرت کی کامیابی کے لیے یا ناکامی سے بچنے کے لیے طے کرلے کہ میں نے یہ کام کرنا ہے تو یہ اِرادہ ہے۔ اِس لحاظ سے ہم دیکھتے ہیں کہ شہوت یعنی خواہش والا اِرادہ تو جانوروں میں بھی موجود ہے لیکن علم کے مطابق جو اِرادہ ہے یہ صرف انسان میں ہے۔ یہ انسان کی خاصیت ہے۔ اب ہم اِسے مثال سے سمجھتے ہیں۔ انسان کی خواہش ہے ناں کہ وہ اچھا کھانا کھائے۔ آپ نے اصحابِ کہف کو دیکھا کہ کتنے سال سوئے رہے تھے؟ تین سو سال سوئے رہے لیکن اُٹھے ہیں تو خواہش کس چیز کی ہے؟ اچھا کھانا کھالیں۔

فَابۡعَثُوۡۤا اَحَدَكُمۡ بِوَرِقِكُمۡ هٰذِهٖۤ اِلَى الۡمَدِيۡنَةِ فَلۡيَنۡظُرۡ اَيُّهَاۤ اَزۡكٰى

خواہش سے اِرادے تک

طَعَامًا فَلْيَأْتِكُم بِرِزْقٍ مِّنْهُ (الکہف 19)

''اب اپنے میں سے کسی کو چاندی کا سکہ دے کر شہر بھیجیں اور وہ دیکھے کہ سب سے اچھا کھانا کہاں ملتا ہے۔ وہاں سے کچھ کھانے کے لیے لے آئے۔''

انسان کی یہ خواہش ختم نہیں ہوتی چاہے وہ کتنی دیر موت کی نیند سوتا رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے یہ خواہش اندر ڈال دی ہے۔ اچھا کھانا کھانا کوئی بری بات نہیں ہے۔ انسان کا حق ہے لیکن فرض کریں کہ ڈاکٹر نے روک دیا کہ آپ نے یہ اچھا کھانا نہیں کھانا۔ اب اندر ایک جنگ جاری ہے۔ ایک طرف خواہش ہے، ایک طرف عقل ہے۔ عقل کہتی ہے چھوڑو اور زیادہ تکلیف بڑھے گی، خواہش کہتی ہے پھر کب موقع ملے گا؟ خواہش اور عقل کے درمیان جنگ جاری ہے اور عقل کے پاس اگر علم ہے تو عقل Win کر جاتی ہے لیکن جب علم نہیں ہوتا تو خواہش win کر جاتی ہے۔

اِس لحاظ سے ہم دیکھتے ہیں کہ عقل انسان کو علم کی بنیاد پر نقصان دہ چیزوں سے روکتی ہے اور دوسری طرف ہم خواہش کو دیکھتے ہیں کہ نفع ونقصان کسی چیز کی اُسے پرواہ نہیں، اندھا دھند معاملہ ہے کہ بس کرلو جو جی چاہے ہو جائے۔ انجام کی فکر ہے نہ ہی آغاز کی کوئی پرواہ ہے، بس کر جاؤ جو مرضی نتیجہ نکلے۔ یہ خواہش ہے۔ انسان کے لیے سب سے مشکل کام جانتے ہیں کیا ہے؟ خواہش اور اِرادے کو پہچاننا۔ علم نہیں ہوتا تو انسان فرق نہیں کرتا اور انسان تھوڑی دیر کے لیے غافل ہو تو خواہش غالب آتی ہے اور یہ بات یاد رکھنی ہے کہ ارادہ ہمیشہ علم اور انجام کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

یونیورسٹی میں ایک پروفیسر صاحب کہتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے کیا بات کی ہے کہ جنت اور دوزخ کا Concept دیا، بھلا ہم کوئی بچے ہیں؟ کہ ہمیں کسی نے چاکلیٹ یا آئس کریم کا لالچ دے دیا اور ہم نے یہ کام کر لیا یا یہ ہے کہ ہم کوئی بچے ہیں کہ کوئی ہمیں ڈرائے

اور ہم ڈر جائیں؟ اب ہم بڑے ہو گئے ہیں (نعوذ باللہ)۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ بڑے ہو گئے ہیں تو آپ کے اندر اچھے گھر کی خواہش کیوں ہے؟ اُنہوں نے کہا کہ وہ تو ایک Natural بات ہے، وہ تو ضرورت ہے۔ میں نے کہا کہ وہاں بھی تو ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نیچر کو سامنے رکھا ہے تو آپ کو اختلاف کس چیز پر ہے؟ اصل میں معاملہ یہ ہے کہ بات آج کے جدید پڑھے لکھے افراد کی ہو جنہوں نے وحی کا علم یعنی زندگی کی حقیقت نہیں پڑھی، بس کچھ الفاظ پڑھ لیے ہیں تو یہ سب جنت اور دوزخ کے بارے میں ایسی ہی باتیں کہتے ہیں۔ جو بات آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں وہ یہ کہ اِرادہ کیوں ٹوٹتا ہے؟ نیکی کا اِرادہ کیوں نہیں بنتا؟ اِس لیے کہ انجام سامنے نہیں رکھا جاتا۔

آپ دیکھیں یہ کتنی زبردست ٹیکنیک ہے کہ اس سوچ کو ختم کر دو کہ آپ نے جانا کہاں ہے؟ انجام کیا ہونے والا ہے؟ نہ جنت رہے، نہ دوزخ رہے تو پھر ارادہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔ آپ اپنی زندگی میں دیکھ لیں اگر نیکی کا کام نہیں ہو رہا تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ آپ کے ذہن میں انجام کی کوئی فکر نہیں ہوگی۔ کوئی کام اگر آپ جنت جانے کے لیے کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رضا پانے کے لیے تو اِس کا مطلب ہے کہ آپ ایک صاحبِ فہم انسان ہیں کہ اپنے انجام کو سامنے رکھ کر یعنی کسی نقصان سے بچنے کے لیے اور کسی فائدے کے لیے کسی کام کو کرنے کا اِرادہ کرتے ہیں۔ انجام کو سوچے بغیر تو اِرادے کرنے ہی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت کا یہی علم تو ضروری ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ سے ڈر کر انسان کوئی کام کر لے یا اللہ تعالیٰ کی محبت میں یا اللہ تعالیٰ کی رضا کو جنت کی صورت میں سامنے رکھے یا اللہ تعالیٰ کے غضب کو جہنم کی صورت میں سامنے رکھ لے اور اُس سے بچنے کے لیے ہی کام کر لے، تب اِرادہ بنتا ہے۔ کسی نے کہا:

اِرادے باندھتا ہوں باندھ کر پھر توڑ دیتا ہوں

کیوں توڑتا ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو جائے! کیونکہ ایسا ویسا کچھ ہے ہی نہیں ذہن میں۔ ذہن انتشار کا شکار کیوں ہوتا ہے؟ کیونکہ ایسے ذہن میں انجام واضح نہیں ہوتا، اپنی منزل کو سامنے نہیں رکھتا تو اب دیکھیں گے کہ ہمارا کیا مسئلہ ہے؟ انجام کو سامنے رکھتے ہوئے کام کرتے ہیں یا بغیر سوچے سمجھے؟

طالبات: بھول جاتے ہیں۔

استاذہ: یہ تو اللہ تعالیٰ نے ابنِ آدم کی تقدیر میں رکھ دیا کہ آدم بھولتا ہے۔ جیسے قرآن نے بتایا کہ آدم بھول گیا۔ آدم بھولتا ہے اور قرآن یاد دِلاتا ہے۔ قرآن نصیحت ہے۔

اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ (عبس: 11)

"یقیناً یہ تذکرہ ہے"۔

اِس لیے علمی مجالس میں آنا، سیکھنا، یاد کرنا، دعوت و تبلیغ کا کام کرنا ضروری ہے تا کہ بھولے ہوئے انسانوں کو یاد دلا دیں۔ اب یہ بات سمجھ آئی کہ ہم نے سیکھنے، سکھانے اور یاد دِلانے کے یہ سب کام کیوں کرنے ہیں؟ کیونکہ آدم کی اولاد بھولتی ہے۔ بناتِ آدم اور ابنِ آدم بھولتے ہیں کیونکہ ماں باپ جو بھول گئے تھے تو یہ علم یادِ دہانی ہے، نصیحت ہے۔ نصیحت کون قبول کرتا ہے؟

طالبات: جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔

استاذہ: اللہ تعالیٰ کا ڈر، اللہ تعالیٰ کا خوف انسان کو نصیحت تک لے آتا ہے۔ نصیحت کی وجہ سے انسان اور زیادہ خوف کھاتا ہے۔ رب کا یہ خوف بہت بڑی متاع ہے۔ عام طور پر لوگ کہتے ہیں کہ ڈرانے والی باتیں نہ کریں۔ یہ ڈر تو نعمت ہے، اِس ڈر کی وجہ سے انسان کا رویہ ٹھیک ہوتا ہے۔ اِس خوف کے بغیر انسان تو سدھرہی نہیں

سکتا۔ یہ خوف انسان کے لیے ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم عطا کیا، اُس کے لیے پیغمبر بھیجے، وحی کا علم دیا، پیغمبروں نے سکھایا اور علم کے لیے انسان کے ساتھ کیا چیز ضروری قرار دی کہ اِرادہ ضرور کرنا ہے۔

ہم نے حسنِ اَخلاق کو پڑھا تو کیا دیکھا تھا کہ ضروری چیز کیا ہے؟ حسنِ نیت، اِرادہ اور اِرادے ٹوٹتے ہیں کیونکہ انجام یاد نہیں رہتا۔ انسان کی خواہش کے لیے اگر عقل کی لگام نہ ہوتی تو انسان آج کیا ہوتا؟ عقل علم کی وجہ سے ہی صحیح رہنمائی کرتی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اِرادے کی تخلیق نہ کرتا تو اِس کی وجہ سے عقل کی تخلیق کا مقصد فوت ہو جاتا ہے، پھر عقل کا فائدہ ہی نہ رہتا۔ عقل سے انسان اِرادہ کرتا ہے۔ علم اور اِرادہ ایسے اُمور ہیں جو جانوروں میں نہیں پائے جاتے اگرچہ جانوروں میں قوتِ شہوت بھی ہوتی ہے، قوتِ غضب بھی ہوتی ہے لیکن اِن میں علم اور اِرادہ نہیں ہوتا۔

طالبات کے احساسات، سوالات اور اُن کے جوابات

طالبہ: جب تک ہم انجام کو اپنے سامنے نہیں رکھیں گے اُس وقت تک ہم اچھا اِرادہ نہیں کر سکتے اور انسان اور جانوروں میں جو فرق ہے علم اور اِرادے کا ہے اور اِس کے لیے اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی ہے۔

استاذہ: ہاں ہم انجام کو سوچے بغیر اچھا اِرادہ نہیں کر سکتے۔ اب آپ دیکھیں کہ آپ علم کی دعوت دینے کے لیے نکلتے ہیں۔ اگر آپ اِرادہ کرلیں تو یہ دعوت کس چیز کی ہے؟ کامیابی کی تو کیا اب یہ بات واضح ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو سیکھنے اور سکھانے کی دعوت کامیاب ہونے کی دعوت ہے کہ آپ زندگی کے سب سے بڑے امتحان میں کامیاب ہو جائیں۔ آپ علم حاصل کرلیں، آپ جنت جانے کا ارادہ کرلیں، آپ غلطیوں سے بچنے کا ارادہ کرلیں۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں گے اور خوشخبریاں دیں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ بہتری ہوگی۔

طالبہ: خواہش اور اِرادے میں فرق کرنا ہے، پہلے یہ بات پتہ نہیں تھی۔

استاذہ: یہ بات کلیئر ہوگئی؟ عام طور پر تو یہی ذہن میں آتا ہے ناں کہ یہی ہمارا اِرادہ ہے اور

اللہ تعالیٰ نے کیا کہا ہے؟

وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (طٰہٰ:115)

''ہم نے آدم کو اِرادے میں کمزور پایا''۔

شیطان اِرادے پر ضرب لگاتا ہے اور پھر ارادے میں کمزوری آتی ہے۔کبھی خواہش اور اِرادہ mix up کر دیتا ہے،کبھی اِرادہ کمزور کر دیتا ہے۔اِرادہ کمزور کہاں سے ہوتا ہے؟علم نہیں حاصل کرنے دیتا،علم کو اِستعمال نہیں کرنے دیتا،علمی مجالس سے دُور کر دیتا ہے۔یہ دراصل شیطان کے وار ہیں ان کو پہچانیں۔اپنے دشمن کو پہچاننا چاہئے اور دشمن کا مقابلہ کرنا چاہئے۔

طالبہ:ایک پوائنٹ جو مجھے بہت اچھا لگا ہے کہ Change in behaviour due to desire. کہ اب اگر ہم اپنا رویہ تبدیل کرنا چاہتے ہیں تو پیچھے کون سی desires ہوں گی یا کون سے Motives ہوں گے کہ جو ہمارے رویے کو تبدیل کریں گے انشاءاللہ۔

طالبہ:عقل اور خواہش کے درمیان جنگ جاری رہتی ہے اور جب علم آتا ہے تو عقل Win کر جاتی ہے۔

استاذہ:الحمدللہ کیونکہ عقل اِرادہ کر لیتی ہے۔

طالبہ:آج یہ پڑھا ہے کہ انجام سامنے رکھنا ہے۔اگر یہ سامنے ہوگا تو پھر ہی اِرادہ بنے گا۔ نیکی اور اِرادے کے لیے یہ کتنا ضروری ہے۔

استاذہ:ہاں یہ علم حاصل کرنا بے حد ضروری ہے اگرچہ اندر ٹھہرتا نہیں ہے لیکن جب یہ پتہ چل جائے کہ اِس کے بغیر تو ہم اِرادہ ہی نہیں کر سکتے،پھر انسان حاصل کرنا چاہتا

ہے۔

طالبہ: میں یہ سمجھتی ہوں کہ قرآن کا پڑھنا اور یہ نضرۃ النعیم میری خواہش تھی تو کیا یہ خواہش ہے یا اِرادہ ہے؟

استاذہ: یہ خواہش ایک Positive desire تھی۔ شہوت اُسے کہتے ہیں جو چیز رب سے دُور لے جانے والی ہے، یہ وہ نہیں ہے۔ خواہش ایک درجے میں آکر انسان کی تمنا بن جاتی ہے، تمنا سے آرزو بنتی ہے اور آرزو سے اِرادہ بنتا ہے۔ شوق، طلب، تڑپ جتنا زیادہ بڑھتی ہے، اُتنا زیادہ انسان ہر رکاوٹ کو عبور کر جاتا ہے۔

طالبہ: کسی اچھے رویے کا، اچھے کام کا اِرادہ کریں تو وہ مستقل نہیں رہتا یعنی کچھ عرصے بعد پھر ختم ہو جاتا ہے۔

استاذہ: انجام سامنے رکھنے والی فائلز Delete ہو جاتی ہیں۔ انجام کو ہر وقت سامنے نہیں رکھتے، اِس کو سیکھنا ہے انشاءاللہ تعالیٰ۔ یہ چیزیں سیکھیں گے پھر رویہ تبدیل ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ پھر مستقل مزاجی آئے گی۔ جیسے ہم اَخلاق کے feild میں اِستقامت کو پڑھیں گے تو آپ کا ذہن انشاء اللہ بہت زیادہ Satisfied ہوگا، شرحِ صدر نصیب ہوگی کہ اِستقامت کیسے آتی ہے؟

طالبہ: اِرادہ تو کرتے ہیں کہ غصہ نہ کریں لیکن ہو جاتا ہے۔

استاذہ: غصے کے انجام پر نظر نہیں رکھتے کہ غصے کا انجام کیا ہے؟ جب انجام بھول جاتا ہے تو وقتی طور پر انسان غصہ کر جاتا ہے۔ جب انسان کو غصہ آجاتا ہے پھر انسان کو سمجھ کب آتی ہے؟ عقل تو مغلوب ہوگئی، پھر انسان کو یہ سمجھ نہیں آتی کہ اب میں کیا کروں؟ اِس لیے وہ اپنا جائزہ بھی نہیں لے سکتا۔

خواہش سے اِرادے تک

طالبہ: کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے کہ اگر ارادہ کر لیتی ہوں تو وہ اتنا زیادہ حاوی ہو جاتا ہے کہ مجھے مشکل لگنا شروع ہو جاتا ہے کہ اب یہ کیسے ہوگا؟

استاذہ: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''کوئی نبی ایسا نہیں جس کی تمنا کی راہ میں شیطان رکاوٹ نہ بن گیا ہو''۔

(الحج:52)

ایک تمنا کے پورا ہونے کے لیے Impliment ہونے کے لیے شیطان حاوی ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اِس کا حل بتایا ہے کہ:

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ (آلِ عمران:159)

''جب آپ ارادہ کر لو پھر اللہ تعالیٰ پھر بھروسہ کرو''۔

اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرو، ہمت مانگو اور پھر اللہ تعالیٰ ہمت بھی عطا کرتے ہیں، اَسباب پیدا کرتے ہیں۔

طالبہ: میں نے پڑھنا ہوتا ہے تو جب میں یہ سوچ لوں کہ انشاء اللہ آج رات دیر تک بیٹھ کر پڑھنا ہے تو بیٹھنا ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ پھر کوئی نہ کوئی کام نکل آتا ہے، بہت دیر ہو جاتی ہے۔ پھر میں کہتی ہوں کہ اب نہیں ہوگا، پھر صبح کریں گے۔ پھر صبح کرتے کرتے لیٹ ہو جاتا ہے۔

استاذہ: تمنا کے درمیان شیطان حائل ہوتا ہے اِس لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں۔

وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ (الاعراف:200)

''اگر کبھی شیطان تمہیں اُکسائے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو، وہ سن کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے''۔

آپ اگر اُس وقت یہ کہہ دیں کہ کیسے نہیں ہوگا؟ اللہ تعالیٰ آپ میری مدد کرنا۔ یا

اللہ! اگر آپ حکم دیں تو بھلا کیسے نہیں ہوگا۔ آپ کی کیفیت ہی بدل جائے گی۔

طالبہ: مجھے اللہ تعالیٰ سے یہ باتیں کرنا نہیں آتیں۔

استاذہ: آجائیں گی۔ ایسے ہی آئیں گی، جو بات آپ سے کہی جاتی ہے وہ کرنا شروع کر لیں، آجائے گا انشاءاللہ۔

طالبہ: اِرادہ ہوتا تو ہے لیکن پختہ نہیں ہوتا اور کام نہیں ہو پاتا۔ ایسا کیوں ہے؟ جیسے آپ نے کہا کہ جنت اور جہنم کا تصور بنانا ہے۔ جنت کا تصور تھوڑا سا تھا لیکن یہ کہ وہ پختہ نہیں ہو پایا کہ میں اِس کو لکھوں اور جہنم کی بات ذہن میں آ ہی نہیں رہی تھی کہ نہیں یہ تو میرے لیے ہے ہی نہیں۔

استاذہ: Actually بات یہ ہے کہ انسان کا جو بھی فیصلہ ہوتا ہے اُس کے ذہن میں دو طرح سے کوئی بات آتی ہے۔ یا اُس کا Right Hemisphere کھل جاتا ہے یا Left۔ اگر ایک انسان ابتدا میں اپنے آپ کو Message دے لے کہ یہ بھی کوئی بات ہے، اتنا سا کام ہے تو انشاءاللہ کام Positively ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ Analytical Mind کو کھول لیں کہ یہ نہیں ہوگا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کبھی نہیں ہو گا۔ اب کیونکہ انسان ہار گیا، اُس نے اپنی عقل کو پہلے ہی ہرا دیا، اِرادہ ختم کر دیا یا اِرادہ ہے ہی نہیں تو وہ کام نہیں ہوتا۔

طالبہ: شہوت اور غضب اگر غالب ہو جائے تو وہ نفسِ امارہ ہوتا ہے اور اگر اِس کو کنٹرول کر لیا جائے تو پھر نفسِ مطمئنہ کی طرف سفر ہوتا ہے۔ نفسِ مطمئنہ کی خصوصیات میں ہم نے یہ بھی دیکھا تھا کہ نفسِ مطمئنہ کو کام کر کے خوشی نصیب ہوتی ہے لیکن میرے ساتھ ایسے ہوتا ہے کہ اگر میں کنٹرول کر بھی لوں تو خوشی کا عنصر نہیں ہوتا۔

استاذہ: اس لیے کہ انجام سامنے نہیں ہوتا۔ اصل میں انجام ہی کی فائل اُڑتی ہے۔ آپ جہاں کہیں بھی دیکھیں گے بات وہی آئے گی کہ آخرت کی یاد نہیں، آخرت کی سوچ نہیں کہ جانا کہاں ہے؟ کیا ملا؟ ایک کام کرنے کے بعد انسان کا شعور یہ چاہتا ہے کہ پتہ لگے کہ اب کیا فائدہ ہوا؟ وہ بات تو آتی ہی نہیں تو satisfaction کہاں سے آجائے؟ satisfaction انجام کی وجہ سے آتی ہے۔ آپ اس آیت میں دیکھیں رب العزت کیا فرماتے ہیں؟

يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً

''اے اطمینان والی جان! لوٹ چلو اپنے رب کی طرف! وہ آپ سے راضی اور آپ اُس سے راضی''۔ (الفجر 27,28)

دنیا میں یہی خواہش ہے کہ انسان رب سے راضی ہو جائے۔ راضی کس بنیاد پر کہ رب نے میری خاطر کیا کیا؟ اور میں اب رب کی خاطر کیا کر رہا ہوں؟ اور آپ اطمینان کا راستہ دیکھیں:

فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ (الفجر 29,30)

''میرے بندوں میں داخل ہو جاؤ اور میری جنت میں داخل ہو جاؤ''۔

کہاں شامل ہوں؟ اب جو ایمان والا حلقہ ہے اُس میں شامل ہو جائیں۔ اکیلے اکیلے جنت نہیں جا سکتے، اجتماعی طور پر یہ کام کرتے ہوئے ہی جنت جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندوں میں داخل ہو جاؤ۔ ہم کہتے ہیں نہیں، میں نے تو اپنے گھر میں داخل ہونا ہے۔ گھر میں تو داخل ہونا ہی ہے۔ گھر کے لیے ہی تو تیاری کرنی ہے۔ گھر اچھے بنانے کے لیے ہی تو یہ training process ہے۔ جنت میں داخلے کے لیے یہی راستہ ہے۔ لوگوں کے بیچ میں رہتے ہوئے، لوگوں کے

ساتھ مل کے، ایمان والوں کے درمیان رہتے ہوئے، ایمان والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہوئے، جدوجہد کرتے ہوئے، کوششیں کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کا سفر جاری رکھیں گے، پھر جنت ملے گی انشاءاللہ تعالیٰ۔

tk